MUHAMMAD IQBAL'S
The Reconstruction of Religious Thought in Islam

Edited and fully annotated by M. Saeed Sheikh, this is perhaps the most authentic and well researched edition of Allama Iqbal's classic work, abounding in insights from an Islamic perspective into metaphysics, mysticism, history, philosophy and modernism. Editor's preface, notes and annotations make it more accessible to the general reader by providing references and explanations not provided by the writer himself. pp.249 (H.B) Rs.120 (P.B) Rs.80 demmy size

* * *

کتابوں پر تبصرہ

نام کتاب : اردو شاعری کا ارتقاء
مصنف : ڈاکٹر ناہید کوثر
ناشر : ڈاکٹر وحید قریشی برائے مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور
صفحات : ۴۲۴
قیمت : ۱۰۰ روپے
مبصر : محمد نذیر رانجھا

اردو شعر و شاعری کا دور خاصا طویل ہے اور اس فن پر سینکڑوں کتابیں (جزئی یا کلی طور پر) سامنے آ چکی ہیں۔ اسی موضوع پر ایک تازہ کتاب "اردو شاعری کا ارتقاء" محترمہ ڈاکٹر ناہید کوثر کی تصنیف ہے جو ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔

کتاب ۱۷۳۹ء-۱۸۰۳ء تک کے دور پر محیط ہے اور اس میں اس دور کے مخصوص سیاسی' معاشرتی' ثقافتی اور مذہبی حالات کے زیر اثر جن اصناف نے ترقی پائی' ان کا بہترین تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب درج ذیل چھ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں متعدد فصول ہیں:

باب اول : سیاسی' معاشرتی' ثقافتی اور مذہبی پس منظر
باب دوم : شمالی ہند میں اردو شاعری کی ہمہ گیر ترقی اور اس کے محرکات
باب سوم : تحریک اصلاح کی تکمیل اور اردو غزل کا ارتقاء
باب چہارم : اردو غزل میں اسالیب کا تنوع
باب پنجم : مثنوی کا ارتقاء
باب ششم : دیگر اصناف سخن

کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے بہترین تحقیقی' فنی اور تنقیدی (بعض صورتوں میں) مواد کی حامل ہے اور شاعری کی مختلف اصناف پر مختصر و جامع معلومات کا عمدہ ذخیرہ اس میں موجود ہے۔ کتاب کے آخر میں ۱۹۴ کے قریب ماخذ کی ایک فہرست ہے جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ محترم

اقبالیات

مصنفہ نے بڑی محنت اور دقت نظر سے اسے مرتب و تصنیف کیا ہے۔ ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ کتاب روایتی انداز تحریر سے ہٹ کر لکھی گئی ہے' اور یوں اس میں بہت سے منفرد حقائق اور تنقیدی پہلو نمایاں نظر آتے ہیں۔ اردو شعرو شاعری سے شغف رکھنے والے حضرات کے لیے یہ بڑی مفید کتاب ہے۔ ہم ایسی معیاری اور تحقیقی کتاب کی تصنیف و اشاعت پر مصنفہ اور ناشر کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

○

نقد اقبال --- حیات اقبال میں

مصنف : ڈاکٹر تحسین فراقی

ناشر : بزم اقبال ۲- کلب روڈ لاہور

ضخامت : ۵۴۴ صفحات

قیمت : ۲۰۰ روپے

مبصر : ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

علامہ اقبال پر نقد و انتقاد کی ہزار سے زائد کتابوں کا غالب حصہ مضامین و مقالات کے مجموعوں پر مشتمل ہے۔ ان میں وہ مجموعے تو بس غنیمت ہیں جو مصنفین کے اپنے مرتب کردہ ہیں، مگر (مصنفین کے علاوہ، دیگر) مرتبین کے جمع و انتخاب کردہ مضامین کے مجموعے، ترتیب و تدوین کی خاصی فروتر اور افسوس ناک ہی نہیں، عبرت ناک مثال پیش کرتے ہیں۔ چند ایک مدونہ معیاری مجموعوں کے استثنا کے ساتھ، یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ ہمارے مرتبین حضرات کے نزدیک، رسائل وکتب میں مطبوعہ مضامین کی فوٹو کاپیاں، فائل میں یکجا کر کے ناشر کو پیش کر دینا، ترتیب و تدوین کے مترادف ہے۔ ایسے شواہد موجود ہیں کہ بعض مرتبین کتابت کی اغلاط، آیات قرآنی، عربی و فارسی عبارات اور اشعار کی درستی تو کجا، قرات مضامین کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔ نتیجہ معلوم!

ڈاکٹر تحسین فراقی کا مرتبہ یہ مجموعہ اول تو اسی لیے قابل لحاظ و توجہ ہے کہ انہوں نے تدوین کاروں کی متذکرہ بالا روش کے برعکس متن مضامین کی تصحیح میں خاصی کھکھیڑ اٹھائی ہے۔ مضامین (مع اشعار و اقوال) کا متن درست کیا، اشعار اقبال کی تخریج کی، مصاریع و اشعار کی تبدیل شدہ صورت کی نشان دہی کی، اگر کوئی مضمون ناتمام اور ادھورا ہے تو کھوج لگا کر اسے مکمل صورت میں پیش کیا۔ غرض، متن کو بہر اعتبار، اور نک سک سے درست کیا، اور یوں اصول "حرمت متن" کا اعتبار قائم کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

کسی موضوع پر کوئی تحریر کیسی ہی عمدہ اور معیاری ہو' اور لکھنے والا کیسا ہی بلند پایہ مصنف یا عالم فاضل ہو' امتداد زمانہ کے ساتھ' اس کے بعض حصوں' نکتوں' مسئلوں یا الفاظ و تراکیب کی تشریح و توضیح کی ضرورت پیش آتی ہے۔ زیر نظر مجموعے کے مضامین کم از کم نصف صدی' اور بعض اس سے بھی پیشتر لکھے گئے' چنانچہ مرتب نے مباحث مضامین سے متعلق متن پر ضروری حواشی ایزاد کیے ہیں۔ خصوصاً ایسے مضامین جن میں مرتب کے خیال میں علامہ اقبال کے موقف کو غلط طور پر پیش کیا گیا ہے یا ادھورے اور ناقص مطالعے کی بنا پر غلط نتائج اخذ کیے گئے ہیں جیسے سبط حسن کا مضمون "فلسفہ شاہین۔"

درستی متن اور حواشی کے علاوہ اس مجموعے کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ مرتب کی جمع کردہ بیشتر تحریریں 'نادر' کے ذیل میں آتی ہیں۔ بیس مضامین ہیں اور نو تبصرے' جو "زمانہ" "وکیل" "صوفی"' "طریقت"' "الناظر"' "کارواں"' "خطیب"' "نقیب"' "ہزار داستاں"' اور "زبان" ایسے' اپنے دور کے معروف و مسلمہ علمی و ادبی حیثیت کے حامل' رسائل و جرائد سے اخذ کیے گئے ہیں۔ قدیم ترین تحریر' "علم الاقتصاد" پر ایک تبصرہ ہے جو "زمانہ" مئی ۱۹۰۵ء میں چھپا۔۔۔۔ بیس برس قبل پروفیسر وقار عظیم نے اسی موضوع پر ایک مجموعہ مضامین "اقبال' معاصرین کی نظر میں" کے عنوان سے مرتب کیا تھا (بجائے خود تدوین کی یہ ایک اچھی مثال ہے)۔ فراقی صاحب کے جمع کردہ سب مضامین نئے ہیں۔ اس سے ان کی تلاش و جستجو اور محنت و مشقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بیشتر تحریریں معروف لکھنے والوں کی ہیں جیسے سید نذیر نیازی' ضیاء احمد بدایونی' سکندر علی وجد' محی الدین قادری زور' یوسف سلیم چشتی' سبط حسن' دیا نرائن نگم' ظفر احمد صدیقی اور راجا حسن اختر وغیرہ۔

زیر نظر مجموعے کے مضامین' محض اپنی قدامت کی وجہ سے نہیں' اپنے معیار و مباحث اور انتقادی حیثیت سے بھی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں علامہ کی شاعری اور فکر کی بعض ایسی جہتوں پر بحث کی گئی ہے جو آج بھی تر و تازہ اور لائق غور ہیں' مثلاً ختم نبوت اور قادیانیت۔ اقبال کا فلسفہ جہاد' تصور شاہین' اسرار خودی اور تصوف وغیرہ۔ ان مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ حیات اقبال میں ان کی تحسین و تنقید کن زاویوں سے کی جاتی رہی۔ نقادوں میں علامہ کے مداح بھی ہیں' ان کے معترضین و نکتہ چیں بھی اور ان کے مخالفین بھی۔ ان میں قادیانی بھی ہیں اور ترقی پسند بھی جن کے لیے اقبال کی فکر' اپنی مکمل صورت میں' بہرحال قابل قبول نہیں۔ ان کے

نزدیک اقبال' جہاد کے تصور پارینہ کے علمبردار' اس طرح ماضی پرست اور فاشسٹ بھی۔ بقول ڈاکٹر فراقی "اختر حسین رائے پوری سے احمد ندیم قاسمی تک کسی کو "شاہین" کی سرگرمیاں نہیں بھاتیں---" بایں ہمہ وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ "اقبال' اردو زبان کا سب سے بڑا شاعر اور مفکر ہے" (سبط حسن)-- سچ ہے' جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے---

نادر اور معیاری تحریروں کی جمع و تدوین بھی تنقید نگاری اور تحقیق کاری ہی کی طرح ایک خدمت ہے۔ اچھے لکھنے والوں کو اپنی متنوع صلاحیتوں کے اظہار کا یہ نمونہ بھی پیش کرنا چاہیے' اس سے ان کے مقام و مرتبے میں (کمی نہیں) اضافہ ہوتا ہے-- بہر طور' ڈاکٹر فراقی کی یہ تدوینی کاوش لائق تحسین ہے۔ زیر نظر مجموعے کی صورت میں انہوں نے تدوین اقبالیات کا ایک عمدہ نمونہ پیش کیا ہے جو تدوین کاروں کے لیے نشان راہ بن سکتا ہے۔ ابتدا میں ان کا مبسوط دیباچہ بجائے خود اقبالی تنقید پر ایک اچھا تبصرہ ہے۔ آخر میں' تدوین و حواشی کے سلسلے میں' فاضل مرتب کی توجہ دو تین باتوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں:-

۱۔ حواشی کے طور پر' مضمون نگاروں کے مختصر سوانحی کوائف اور تعارف دے دیا جاتا تو بہتر تھا۔

۲۔ وحید احمد مسعود بدایونی کے مضمون سے حذف شدہ اقتباسات' حواشی میں درج کرنا مناسب تھا۔

۳۔ بعض مضامین میں مذکور قرآنی آیات کی تخریج بھی ضروری تھی۔

۴۔ تخریج اشعار میں "کلیات اقبال" کے حوالے دیے گئے ہیں' مگر کہیں یہ صراحت نہیں ملتی کہ یہ کلیات کی کون سی اشاعت ہے۔

○

نام کتاب	:	مہران نقش
مصنف	:	ڈاکٹر وفا راشدی
ناشر	:	مکتبہ اشاعت اردو کراچی ۲۷
ایف		۲۷ ٹی اینڈ ٹی کالونی ملیر ہارٹ
قیمت	:	۵۰ روپے خوبصورت گردپوش کے ساتھ مجلّہ
مبصر	:	ڈاکٹر وحید عشرت

ڈاکٹر وفا راشدی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کی متعدد تصانیف قارئین سے خراج عقیدت وصول کر چکی ہیں جن میں بنگال میں اردو' حیات وحشت' پیام نو' سنہرا دیس' خالد۔ ایک نیا آہنگ اور آہنگ ظفر معروف ہیں۔ حسن اتفاق سے یہ سب کتب میری نظر سے گزر چکی ہیں۔ اپنے اسلوب' محققانہ کاوش اور علمی بیان سے ڈاکٹر وفا راشدی نے ان کتب میں اپنی جامعیت اور ادب و شعر سے گہری واقفیت اور شعور و ادراک کا ثبوت دیا ہے۔ ان کی تحریر کی سادگی اور ندرت ان کی انفرادیت کے جوہر کو عیاں کرتی ہے۔ زبان میں روانی اور شستگی اور مضامین کے بیان پر قدرت ان کی تحریر کا سب سے نمایاں پہلو ہے۔

زیر تبصرہ کتاب "مہران نقش" وادی مہران یعنی سندھ کی علمی' ادبی اور ثقافتی تاریخ کا احاطہ کرتی ہے۔ شان الحق حقی جیسا جید محقق بھی اس سلسلہ مضامین کی تحسین کرتا ہے۔ حقی صاحب لکھتے ہیں: "مہران نقش" کو پڑھ کر آپ ادبیات سندھ کی تاریخ اور اس کی پوری کیفیت سے متعارف ہو جاتے ہیں۔" ڈاکٹر غلام علی الانا کے نزدیک ڈاکٹر وفا راشدی نے وادی مہران کی علمی و ادبی حیثیت سے وسیع تر طبقے کو متعارف کرانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

میرے نزدیک سندھ 'دارالاسلام' ہونے کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن اور ثقافت و معاشرت کی Mistery ہے۔ اس کی سریت کی وجہ سندھ کا ہر پہلو سے خود کفیل ہونا اور اپنی خوشبو کو اپنی مٹھی میں بند رکھنے کا عمل ہے۔ سندھی' خود کفیل ہونے کی وجہ سے سندھ سے باہر نہیں جاتے یا جانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے' لہٰذا جہاں ان کا تہذیبی خالص پن قائم ہے' وہاں ان کے بارے میں معلومات کی بھی کمی ہے۔ ملک میں ایسے ادارے بھی نہیں جو ملک کے مختلف حصوں کو ایک دوسرے سے متعارف کرائیں۔ چند انفرادی کوششیں ہیں جو لوگ اپنے طور پر اس ضمن میں کر رہے ہیں۔ "مہران نقش" بھی سندھ کی تاریخ' تہذیب و ثقافت اور

سندھی، فارسی اور اردو زبان و ادب کے سندھ میں فروغ پانے کی روداد ہے۔

ڈاکٹر ایاز قادری نے بجا طور پر کہا ہے کہ ڈاکٹر وفا راشدی کو زبان و ادب سے عشق ہے جو بنگال سے سندھ کے وسیع دامن تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کتاب کو انہوں نے چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب یا نقش اول میں سندھی ادب کا تاریخی جائزہ لیا ہے۔ طلوع اسلام سے برطانوی حکومت کے خاتمے تک ادب کی رفتار ترقی بیان کی ہے۔ پھر سندھی ادب اور قومی تشخص کے عنوان سے لکھا ہے اور اسی باب میں شاہ لطیفؒ کے کلام کی تاثیر وحدت و اخوت کا اظہار کیا ہے۔ یہ باب اس بات کا غماز ہے کہ سندھی ادب کے حوالے سے ڈاکٹر وفا راشدی نے قومی یک جہتی اور وحدت کی تلاش کی ہے۔ نقش دوم میں سندھی ادب کے بعد سندھ میں اردو ادب کے ارتقاء پر بات کی ہے اور بتایا ہے کہ سندھ بھی اردو زبان کا مولد ہے کیونکہ عربی زبان اور سندھی زبان کا پہلا ملاپ یہیں ہوا، پھر اردو کے سندھی شعرا حیدر الدین کامل، بیدل، بچل سرمست، آتش سندھ سید غلام محمد شاہ گدا، مانگی، شمس الدین بلبل، محمد محسن بیکس اور متعدد دوسرے شعراء نے اردو زبان کو سیراب کیا۔ اردو کے علاوہ عربی اور فارسی میں شعر و ادب کی سندھ کی روایت بڑی توانا ہے۔ مگر شاہ لطیف بھٹائیؒ کی شاعری تو سندھ کے ماتھے کا جھومر ہے، اور سندھ کی پوری تہذیب و ثقافت اس میں سمٹ آئی ہے۔

ڈاکٹر وفا راشدی نے اس مختصر کتاب میں دراصل پورے سندھ کا مختصر تعارف کرا دیا ہے۔ اس کی تہذیب و ثقافت، اس کی شاعری، ادب، تصوف اور معاشرت کا مکمل جائزہ پیش کیا ہے۔ ایک ایسا آدمی جو سندھ سے ناواقف ہے، اس "نقش مہران" کے ذریعے سندھ کو پوری طرح جان سکتا ہے، اور اس کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ سندھ اپنی ثقافتی اور تمدنی روایت میں ہر طرح خود کفیل اور مکمل ہے۔ ڈاکٹر وفا راشدی کے اس "نقش مہران" کی طرز پر نقش بلوچستان، نقش پنجاب اور نقش سرحد اور نقش کشمیر کتب شائع ہونی چاہئیں، اور پھر ان سب کو جمع کر کے نقش پاکستان کتاب مرتب ہونی چاہیے۔ یہ کتاب پھر تمام مقامی زبانوں، انگریزی اور دنیا کی دوسری زبانوں میں شائع ہوں تاکہ ایک پورا جیتا جاگتا پاکستان دنیا کو سمجھنے اور دیکھنے کو ملے۔ اگر ڈاکٹر وفا راشدی ہمت کریں، اور خدا انہیں توفیق دے! تو یہ نقش پاکستان ان کا ایک لازوال ملک و قوم کے لیے ایک بیش قیمت تحفہ ہو گا اور میرے خیال میں وہ اس کے لیے نہایت موزوں شخصیت ہیں۔ میں "مہران نقش" کی اشاعت پر ڈاکٹر وفا راشدی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے سندھ کے علم و ادب اور تہذیب و ثقافت اور تاریخ کو سمجھنے میں مدد دی، بلکہ پورا پاکستان ان کا ممنون ہے کہ انہوں نے سندھ کی خوشبو جو اس کی "اجرک" میں سمٹی ہوئی تھی، پورے پاکستان میں

پھیلا دی ہے اور "اردو کی ترقی" میں اولیائے سندھ کا حصہ" کے بعد انہوں نے یہ دوسری گراں قدر اہم تصنیف ہمیں عطا کی ہے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام اور ڈاکٹر شیخ محمد ابراہیم خلیل کی طرح میں بھی ڈاکٹر وفا راشدی کی اس کتاب کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

○

نام رسالہ : ترکی اقبالیات (ترکچہ اقبالیات)

مدیر : پروفیسر محمد منور / مسعود شیخ

ناشر : اقبال اکادمی پاکستان

مبصر : جلال سوئیدان (ترک) (Celal soydan)

علامہ محمد اقبال اردو اور فارسی کے عظیم شاعر تھے۔ حیات و کائنات کے بارے میں ان کا نظریہ ایک بزرگ مفکر کا تھا۔ وہ ادب برائے زندگی کے قائل تھے۔ اپنی مفکرانہ صلاحیتوں سے بھرپور کام لیتے ہوئے انھوں نے اپنے خیالات کو شاعری کے مخصوص پیرائے میں پیش کیا ہے' اور اس طرح نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری نوع انسانی کے لیے ایک انمول خزانہ چھوڑا ہے۔ اقبال' دوسرے اردو شاعروں کی طرح یاد ماضی میں کھوئے ہوئے شاعر نہیں' وہ ایک پیغام بر شاعر ہیں' اور اپنے زندہ جاوید پیغام کے حوالے سے ایک منفرد اور مستقبل کے دور بیں شاعر کہلانے کے مستحق ہیں۔

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ!

○

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرم راز درون میخانہ!

علامہ کا یہ دعویٰ کسی تشریح و تفصیل کا محتاج نہیں۔ ہمیں پورے یقین و اعتماد کے ساتھ ان کے پیغام پر عمل کرنا' اسے دوسروں تک پہنچانا اور پھیلانا چاہیے۔ اس حوالے سے اقبال اکادمی پاکستان کے نہایت مفید اشاعتی کارنامے سامنے آتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک حال ہی میں منظر عام پر آنے والا مجلّہ "ترکی اقبالیات" ہے جو ترکی زبان میں ہے اور "اقبالیات" کے ضمن میں پاکستان سے شائع ہونے والا پہلا مجلّہ ہے جس میں ماہرین اقبالیات کے مضامین' تراجم اور حاصلات مطالعہ شائع ہوئے ہیں۔ ترکی میں اقبال کا پیغام پھیلانے کے لیے یہ اپنی نوعیت کا ایک

ایسا مضبوط قدم ہے جو انشاء اللہ آگے بڑھتا رہے گا۔ اقبال کا دور وہ دور تھا جب عالم اسلام زبوں حالی کا شکار اور مرکز خلافت متزلزل ہو رہا تھا۔ سلطنت عثمانیہ میں تنزل آ چکا تھا۔ کلام اقبال میں ترکی کے حوالے سے متعدد اشعار بلکہ پوری پوری نظمیں ملتی ہیں۔ یہ بات آج کے ترکوں کے لیے اقبال سے دلچسپی کا ایک اور سبب بنی ہے۔ ترکی میں اقبال پر کافی لکھا گیا ہے' اور ان کے کلام کا بیشتر حصہ ترکی زبان میں منتقل ہو چکا ہے۔ تراجم کا یہ سلسلہ ابھی جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔ اس حوالے سے "ترکی اقبالیات" جس میں ترک اور پاکستانی اقبال شناسوں کی قابل قدر تحریریں شامل ہیں' اقبال کے شائقین کے لیے نہایت اہم حیثیت رکھتا ہے۔

ان تحریروں کا ایک سرسری سا جائزہ کچھ یوں ہے:

سب سے پہلے جناب پروفیسر محمد منور کی تحریر ہے جو "ترکی اقبالیات"--- ایک خواب کا شرمندۂ تعبیر ہونا" کے عنوان سے اس رسالے کے پیش لفظ اور مقدمے کی حیثیت رکھتی ہے جس میں انہوں نے "ترکی اقبالیات" کی اشاعت کے سلسلے میں اقبال اکادمی پاکستان کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے عصر حاضر کی صورت حال کے پیش نظر' افکار اقبال کو نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرونی ممالک کے عوام و خواص تک پہنچانے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اس پیش لفظ کے علاوہ منور صاحب نے' اپنے ایک اور مقالے میں' ادبیات و سیاست کے میدان میں اقبال کی خدمات کا ذکر کیا ہے جس کے پہلے حصے میں حیات اقبال کا ایک مختصر جائزہ پیش کرنے کے بعد' انہوں نے تصانیف اقبال پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اقبال کی اردو' فارسی اور انگریزی تصانیف کے ساتھ ساتھ ان کے مکاتیب کا بھی ذکر کیا ہے۔ آگے چل کر وہ اقبال کی بصیرت و حکمت پر بحث کرتے ہوئے اقبال کی ایک غزل بطور مثال پیش کرتے ہیں جو اقبال نے لندن میں طالب علمی کے زمانے (۱۹۰۷ء) میں کہی تھی۔ اس غزل میں اقبال نے بہت سی پیش گوئیاں کی تھیں جو آگے چل کر سچ ثابت ہوئیں۔ یہاں منور صاحب' اقبال کی کیمبرج میں ایک تقریر (دسمبر ۱۹۳۱ء) کا حوالہ بھی دیتے ہیں جس میں اقبال نے لوگوں کو لادینیت اور مادہ پرستی کے خوفناک انجام سے خبردار کیا تھا۔ مقالے کے آخر میں پروفیسر صاحب موصوف نے اقبال اور قائد اعظم کے سیاسی کارناموں کے حوالے سے ایک سیر حاصل گفتگو کی ہے جو بجائے خود نہایت اہم ہے۔

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار استنبول یونیورسٹی کے شعبہ اردو سے کافی عرصے تک وابستہ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے مضمون میں' اقبال کے نظریہ تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے' جدید انداز تعلیم

سے علامہ کی مایوسی کو ان کے کلام کی روشنی میں بیان کیا ہے اور نوجوانوں کے نام اقبالؒ کے پیغام کو اپنے دلکش انداز میں اجاگر کیا ہے۔ انہوں نے نوجوان نسل کی بے راہ روی اور دیگر خرابیوں کا ذمہ دار غلط اصول تعلیم کو ٹھہرایا ہے اور اقبال کے نظریہ تعلیم کی اہمیت کی بڑی خوبی کے ساتھ وضاحت کی ہے۔

ترکی میں پاکستانی سفارت خانے کے کلچرل اتاشی جناب ڈاکٹر احمد اسرار نے "اتا ترک اور محمد علی جناح" میں دو عظیم شخصیتوں کی فکری اور عملی مماثلتوں اور اس حوالے سے ان کے تاریخ ساز کارناموں کا ذکر کیا ہے۔ انقرہ یونیورسٹی میں شعبہ اردو کے وزٹنگ پروفیسر اے بی اشرف صاحب کا مضمون "اقبال اور ترکی" روایتی انداز کا حامل ہے۔ انہوں نے موضوع کے تاریخی پس منظر کی نشاندہی کی ہے' اور پھر اقبال کے ہاں ترکوں اور ترکی کے حوالے دیے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ ایک معلومات افزا مضمون ہے' البتہ اقبال کے بیشتر اشعار کے تراجم میں اقبال کا اصل مفہوم سامنے نہیں آسکا۔ مثال کے طور پر "خضر راہ" کا ایک شعر یوں ہے۔

اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامان وجود
مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہان پیر دیکھ!

اس شعر کے ترجمے میں لفظ "سمندر" بطور "دریا" لیا گیا ہے' حالانکہ یہاں اس لفظ سے مراد ایک کیڑا ہے جس کی بابت مشہور ہے کہ آگ میں پیدا ہوتا اور وہیں رہتا ہے اور مرتے وقت اپنی نسل کے ایک کیڑے کو جنم دیتا ہے۔

"شکوہ اور جواب شکوہ کا ایک مطالعہ" ڈاکٹر ارکان ترکمن نے پیش کیا ہے۔ ان دو نظموں کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کرنے کے بعد ترکمن صاحب نے ان کا مرکزی خیال بیان کیا ہے۔ پھر نظموں کے کلیدی الفاظ کے مطالب بیان کرتے ہوئے اشعار کے معنی بھی واضح کیے ہیں۔ ترجمہ بہت خوب اور اصل مفہوم کے قریب ہے۔

اس رسالے کو تراجم کلام کے حوالے سے دیکھا جائے تو جناب ڈاکٹر شوکت بولو کے تراجم بہت عمدہ ہیں۔ انہوں نے "بال جبریل" کی ۲۲ رباعیات اور پھر نظم "پیر و مرید" کا مکمل ترجمہ کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ تراجم بڑی محنت سے کیے ہیں۔ ان میں اقبال کے اصل مفہوم کی صحیح عکاسی کی گئی ہے۔ ان کامیاب تراجم کی داد نہ دینا بے انصافی اور بے قدری ہو گی۔

جناب ڈاکٹر جاوید اقبال کا مضمون "اقبال اور رومی --- ایک مطالعہ" ایک اچھا مضمون ہے۔

اقبالیات

جاوید اقبال صاحب نے بتایا ہے کہ مرشد (رومی) اور مرید (اقبال) نے اپنے اپنے زمانے کے مسائل اور مسلمانوں کی حالت زار پر عمدگی سے اظہار خیال کیا ہے۔ مضمون نگار نے ان دونوں حضرات کی شاعری کو اپنے اپنے زمانے کے مسلمانوں کے لیے مفید اور راہنما قرار دیا ہے۔

ایک اور مطالعہ جناب ڈاکٹر ممت اوندر نے "ممت عاکف اور اقبال" کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ مضمون نگار نے ان دونوں کے مشترکہ اوصاف بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کی شعری تخلیقات سے باخبر تھے۔ اقبال کے فارسی مجموعہ کلام "پیام مشرق" "اسرار خودی" اور "رموز بے خودی" نے عاکف کو بہت متاثر کیا تھا۔ عاکف نے اپنا مجموعہ "صفحات" (جو سات کتابوں پر مشتمل ہے) اقبال کی نذر کیا تھا۔ اقبال کے معاصر اور ترکی کے سب سے بڑے شاعر و مفکر عاکف اپنے دوست حافظ عاصم کے نام ایک خط میں دل کھول کر اقبال کی تعریف کرتے ہیں:

"...ان کے (اقبال) علم و عرفان اور شاعرانہ قدرت کا میری صلاحیتوں اور شاعرانہ قدرت سے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ وہ بے حد ارفع ہے..."

آغا افتخار حسین مرحوم کا مضمون "اقبال اور عقل" کے عنوان سے اس شمارے میں شامل ہے۔ اس میں آغا مرحوم نے عقل کے موضوع پر اقبال کے نظریات پر تفصیل سے اور عالمانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اقبال کے فلسفیانہ نقطۂ نظر کے متعلق ایک اور مضمون ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کی تحریر ہے جس میں انھوں نے اقبال کے فلسفے میں سائنس کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ ایک مشکل موضوع کے باوجود انھوں نے مضمون کو خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ آخری مضمون ڈاکٹر غلام علی چودھری کا ہے اور اس کا عنوان "اقبال' جناح اور فلسطین" ہے۔

اس مجلّے پر مجموعی طور سے ایک نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ اس میں اقبال کی شاعرانہ صلاحیت' فلسفیانہ بصیرت و حکمت اور مسلمانوں کے رہنما کی حیثیت سے ان کی سیاسی دور اندیشی پر تفصیل سے بحث ہوئی ہے۔ اس میں ان کی شاعری کی گہرائی' ان کے فلسفے کے پھیلاؤ اور ان کی سیاسی بصیرت کی سچائی پر عمدہ بحثیں ملتی ہیں۔ یہ بحثیں ان کی نثر اور نظم کی روشنی میں مدلل انداز میں کی گئی ہیں۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اس مجلّے میں اقبال کے بہت عمدہ تراجم بھی موجود ہیں' تاہم کہیں کہیں ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن کا ترجمہ صحیح نہیں ہو سکا۔

تبصرہ کتب

کسی غیر زبان میں رسالہ نکالنا اور پھر علمی و ادبی حیثیت کو برقرار رکھنا' نہایت مشکل کام ہے۔ اس مشکل کام کو اقبال اکادمی پاکستان نے بڑے سلیقے اور کامیابی سے سرانجام دیا ہے۔ عصر حاضر کی صورت حال کے پیش نظر افکار اقبال کو بیرونی ممالک تک پہنچانے میں اقبال اکادمی پاکستان کو ایک پیش رو کی حیثیت حاصل ہے۔ انھیں پوری ترک قوم کی طرف سے دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ان سے اس کار خیر کو اور آگے بڑھانے کی درخواست کرتا ہوں۔

○

نام کتاب : اقبال اور تصوف

مصنف : محمد شریف بقا

اشاعت اول : ستمبر ۱۹۹۱ء

ناشر : جنگ پبلشرز لاہور

صفحات : ۲۳۶

قیمت : ۱۰۰ روپے

مبصر : احمد جاوید

ہر قوم اپنی مجموعی تشکیل کے اسباب و امکانات کچھ شخصیات سے اخذ کرتی ہے۔ اقبال ایسی ہی ایک شخصیت تھے۔ قومیں اپنی بقا کے لیے ایک سوال سے ہمیشہ الجھتی رہتی ہیں: تاریخ کے اصول تبدیلی سے ہم آہنگی کیسے پیدا کی جائے اور اس کے ساتھ وہ استقلال اور استحکام کہاں سے حاصل کیا جائے جو انہیں تغیرات کی گرفت سے باہر بھی رکھے۔ ظاہر ہے ہم بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اپنے ماضی قریب یعنی پچھلے سو برس کی صورت حال کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ مستقبل کی طرف ہماری مثبت پیش قدمی کی راہ کھولنے کے لیے بہت سے لوگوں نے اس سوال کو حل کرنے کی کوشش کی مگر ان میں سے کچھ اس کے پہلے حصے تک محدود رہے مثلاً سرسید، اور بعض نے دوسرے جز کو پیش نظر رکھا مثلاً جمال الدین افغانی۔ ایسے صاحبان بصیرت جنہوں نے پورے سوال سے آنکھیں چار کیں، کم بلکہ بہت ہی کم نظر آتے ہیں۔ اقبال کا شمار انہی میں ہوتا ہے۔ اس کام کے لیے اصول تاریخ اور اس کے مظاہر پر گہری نظر کے ساتھ ساتھ قوم رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترکیبی خصوصیات کا جو ادراک درکار تھا، وہ ان کے ہاں ایک امتیازی شان کے ساتھ موجود تھا۔ بنا بریں انہوں نے امت مسلمہ کی مجموعی ہیئت کے تمام پہلوؤں کا تجزیہ کر کے اس کی کائناتی فعلیت کے زندہ امکانات تلاش کرنے کی سعی کی۔ چونکہ تصوف ملت اسلامیہ کی ترکیب میں ایک موثر داخلی بلکہ روحانی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا علامہ کا اس کی طرف متوجہ ہونا فطری امر تھا۔ ان کے زمانے میں برصغیر کے مسلمان غلامی کے جس طویل تجربے سے گزر رہے تھے، وہ امت کے بعض دوسرے حصوں کو بھی پیش آ چکا تھا لیکن اس لحاظ سے وہ منفرد تھے کہ دو صدیوں پر محیط غلامی بھی ان کے دینی طرز احساس کو متاثر کرنے میں ناکام رہی۔ غلامی کے باوجود اپنے دینی تشخص اور سالمیت کو برقرار رکھنے کا اعزاز

ہندی مسلمانوں کے سوا کسی کے حصے میں نہیں آیا۔ یہ صرف اور صرف تصوف کا فیضان تھا۔ اسی کی بدولت ان کے اندر تاریخی جبر سے وہ مقدس فاتحانہ لاتعلقی پیدا ہوئی جس کے بغیر کوئی قوم اپنے تشخص کی مستقل اساس کو موجود اور محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ ایمان بالغیب کا ایک لازمی تقاضا یہ بھی ہے کہ انسان زندگی کی اس ورائے مظاہر سطح پر بھی موجود رہے جہاں واقعہ' حقیقت پر یا تاریخ' تقدیر پر غالب نہیں آ سکتی۔ تصوف اسی تقاضے کے عرفان اور تعمیل کا نام ہے۔ خود اقبال کا تخلیقی جوہر اپنے اظہار کی معراج کو پہنچتا ہے تو ایک صوفی کا کلام بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ اشعار دیکھیے۔

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری — نہ ہے' زماں نہ مکاں لا الٰہ الا اللہ
یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند — بہار ہو کہ خزاں' لا الٰہ الا اللہ

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو — عجب چیز ہے لذت آشنائی

اقبالیات میں تصوف اور اقبال کے حوالے سے اگرچہ کچھ کام ہوا ہے' مگر دو چار چیزوں کو چھوڑ کر ان کا معیار خاصا پست ہے۔ کج فہمی' جانبداری اور عدم توازن ان تحریروں کا مشترک نقص ہے۔ زیادہ تر یہ فرض کر لیا گیا کہ اقبال' تصوف کے مخالف ہیں۔ جن حضرات کا میلان تصوف کی طرف ہے' انھوں نے اقبال کو گرانے کے لیے کسی داؤ سے دریغ نہ کیا اور دوسری طرف جو لوگ اس مبحث میں اقبال کے وکیل بن کر آئے' وہ بھی بے احتیاطی کی ہر حد پھلانگ گئے۔ اس کی زد اقبال پر اتنی نہیں پڑی جتنی تصوف پر۔ ابن عربیؒ وغیرہ کو ہاتھ پاؤں باندھ کر اقبال کے آگے ڈال کے 'وہ مارا' کا شور مچا دینا اکثر ماہرین اقبالیات کی عادت بن چکا ہے' بلکہ اقبالیات میں تقابلی مطالعے کی بیشتر روایت اب اسی شور میں بدل چکی ہے۔ اقبال کو مجتہد مطلق' مجدد عصر' دنیا کا سب سے بڑا شاعر اور کائنات کا عظیم ترین مفکر ماننے اور بزور منوانے کا یہ رویہ اہل نفسیات کی توجہ کا مستحق تھا' مگر بدقسمتی سے رفتہ رفتہ اقبال شناسی کا مسلمہ معیار بنتا جا رہا ہے۔ اقبال کے نام پر ہونے والی اس افراط و تفریط کو ایک اور زاویے سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ نسبت مرتضوی کا ظہور ہے۔ ایک گروہ ہے جسے علامہ میں کوئی بڑائی نظر نہیں آتی' اور دوسرا اس قدر غلو میں مبتلا ہے کہ اس کا بس چلے تو وہ عظمت کے ہر مینار پر ان کا جھنڈا لہرا دے۔ اس فضا میں اگر کوئی صاحب توازن اور اعتدال کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اتنی خوشی ہوتی ہے

کہ معیار وغیرہ کا مطالبہ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ محمد شریف بقا صاحب کی زیر تبصرہ کتاب کی بڑی خوبی یہی ہے کہ اس میں اقبال اور صوفیہ کا رنگل نہیں کروایا گیا۔ حفظ مراتب کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے اور بہت سے لوگوں کی رائے کے برخلاف تصوف کو اقبال کی بنیادی تشکیل کے ایک اہم عنصر کی حیثیت سے دیکھا اور دکھایا گیا ہے۔ اس بات میں کسے شبہ ہو سکتا ہے کہ ان کا احوالی اور تخیلی سانچا متصوفانہ ہے۔ ان کے تقریباً تمام تصورات اور اصطلاحات کو اگر اس معنوی فضا اور فکری پس منظر سے جو تصوف کا تخلیق کردہ ہے' الگ کر دیا جائے تو وہ مرجھا کر رہ جائیں گے۔ اقبال کے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم' حکیم الامت اور شاعر مشرق ہونے کی بنیاد تصوف ہی نے فراہم کی ہے۔ اگر تصوف کی پوری روایت پشت پر نہ ہوتی تو ان کی عظمت اور مقبولیت کے اکثر اسباب پیدا ہی نہ ہونے پاتے۔ اس کتاب میں اسی بات کو سادہ اور شفاف اسلوب میں پھیلا کر کہا گیا ہے' مگر بانداز دگر۔ مثلاً "تصوف کے اہم موضوعات اور اقبال" (ص ۳۹ تا ۹۲) میں تصوف کے چند بنیادی موضوعات کا ذکر کرکے ان میں اقبال کے امتیازات دکھائے گئے ہیں' "اقبال اور مشہور صوفیاء کا تذکرہ" (ص ۹۳ تا ۱۴۲) میں ان بزرگوں کا مختصر خاکہ لکھا گیا ہے جن کا ذکر اقبال کے ہاں آیا ہے' اور کہیں کہیں ان اثرات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے جو انہوں نے ان حضرات سے قبول کیے' اور "تصوف کے عناصر ترکیبی" (ص ۱۴۳ تا ۱۹۱) میں اصول تصوف کے ساتھ علامہ کی موافقت اور ہم آہنگی کے شواہد پیش کیے گئے ہیں۔

مصنف نے واضح انداز میں اس کتاب کے کچھ حدود مقرر کرکے ان کی پاسداری کی ہے۔ اگر اقبال کو ہماری قوم کے بڑے حصے کی پہنچ سے باہر رکھا گیا تو روحانی' ذہنی اور نفسیاتی نشو و نما کی قومی ضرورت کی تکمیل میں رکاوٹ پڑ سکتی ہے۔ مصنف نے اپنی پچھلی کتاب "خطبات اقبال پر ایک نظر" کی طرح اس کتاب میں بھی یہی ضرورت پیش نظر رکھی ہے۔ بقول ڈاکٹر تحسین فراقی "...ایک ایسی مختصر مگر سادہ اور تشریحی اسلوب کی حامل کتاب کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو اقبال کے متوسط قابلیت کے قارئین کے لیے مفید ہو۔ جناب محمد شریف بقا کی زیر نظر تالیف اس ضرورت کو اطمینان بخش طریقے سے پورا کرتی ہے" ("اقبال اور تصوف" .... چند تاثرات۔ ص ۱۰)۔ اقبال کا بنیادی کلام یعنی روحانی سطح پر تحفظ اقدار اور تاریخ کے دائرے میں تخلیق اقدار' دو جہتیں رکھتا ہے: علمی اور عملی۔ یہ کتاب عملی جہت سے متعلق ہے۔ اس کا تمام تر جواز اس افادیت میں پوشیدہ ہے جس کا ہدف اقبالیات کا عام قاری ہے۔ دو سوا دو سو صفحات پر محیط یہ

مواد اسے یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ اقبال' تصوف کے مخالف نہیں تھے بلکہ بگاڑ کی ان صورتوں کے خلاف تھے جو غیر اسلامی اثرات کے تحت اس میں در آئیں۔ کتاب کے حصہ دوم کا مطالعہ خاص طور پر مفید ہے جس میں "تصوف کی اہمیت و افادیت" "تصوف کے ضروری موضوعات" "تصوف کے محرکات" "تصوف کے ضروری عناصر" "چند اکابر صوفیا کا تذکرہ" اور "تصوف سے اقبال کا ذاتی شغف" کے عنوانات کے تحت اقبال کی تصنیفات اور ملفوظات سے وہ حوالے نقل کیے گئے ہیں جن کی روشنی میں تصوف کی بارے میں ان کے پورے موقف سے آگاہ ہوا جا سکتا ہے۔ کتاب کا خاتمہ جس باب پر ہوتا ہے' اس کا عنوان ہے "تصوف' اہل تصوف کی نظر میں-----" اس میں متعدد آئمہ تصوف کے ایسے اقوال جمع کر دیے گئے ہیں جو تصوف کی غرض و غایت اور حقیقت و معنویت پر دلالت کرتے ہیں۔

کتاب میں شروع سے آخر تک کوئی الجھاؤ نہیں ہے۔ اسلوب بھی سادہ اور سلیس ہے۔ اگر کہیں کوئی اختلافی بات آئی بھی ہے تو شائستگی اور ادب کے ساتھ۔ سنجیدہ اور شدید نوعیت کے اختلافی مباحث چھیڑنے سے گریز کیا گیا ہے کیونکہ اس سے وہ فوری اور ٹھوس عملی افادیت مجروح ہو جاتی جو نیک دل مصنف کے پیش نظر ہے۔ چند مقامات پر اصلاح کی گنجائش ہے' سو وہ کس کتاب میں نہیں ہوتی! البتہ ایک چیز فوری توجہ کی طالب ہے۔ پروف ریڈنگ کا معیار خوفناک حد تک پست ہے۔ آیات و احادیث تک غلط چھپ گئی ہیں۔ اس کا ازالہ بے حد ضروری ہے۔

○

MUHAMMAD IQBAL'S
Stray Reflections

Note book of Allama Iqbal that recorded his views on different themes during the period 1910-. Offers useful glimpses of the fertile, agile, rich and lively mind of the poet-philosopher and reflects his varied interests. Revised and enlarged by Dr. Javid Iqbal (ed.) this edition contains the facsimiles of all the available pages of the original documents as well. Demmy size H.B pp.264 Rs.150

✵ ✵ ✵

Talking Books

COMPLETE URDU POETICAL WORKS OF IQBAL ON AUDIO-CASSETTES

Recitations of Iqbals Urdu poetry by renowned artists/vocalists, accompanied by back ground music. 23, one hour cassettes.

Producer	:	Seyed Razi Tirmizi
Music	:	Bakshi Wazir
Preparation	:	EMI
Price	:	Rs. 575 (per set)

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
P.O.BOX 1308, GPO, LAHORE, PAKISTAN

اقبال اکادمی